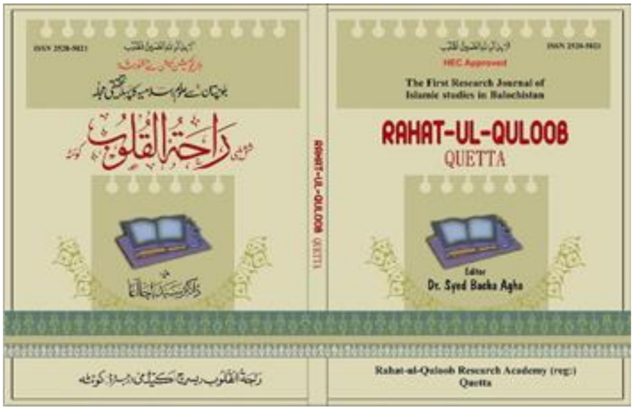

OPEN ACCESS

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

RAHAT-UL-QULOOB
Bi-Annual, Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN: (P) 2025-5021. (E) 2521-2869
Project of **RAHATULQULOOB RESEARCH ACADEMY,**
Jamiat road, Khiljiabad, near Pak-Turk School, link Spini road, Quetta, Pakistan.
Website: www.rahatulquloob.com
Approved by Higher Education Commission Pakistan
Indexing: » Australian Islamic Library, IRI (AIOU), Tahqeeqat, Asian Research Index, Crossref, Euro pub, MIAR, ISI, SIS.

TOPIC

دفاع اور جارحیت کی روک تھام کے نبوی اسالیب: مشاورت، تنظیم اور تیاری

Prophetic Methods for Defense and the Prevention of Aggression: Consultation, Organization, and Preparation

AUTHOR

1. Ateeq ur Rehman Sasoli. Ph.D Scholar, Hamdard University / Lecturer, Lasbela University of Agriculture, Water and Marine Sciences, Pakistan. Email: ateequrrahman105@gmail.com
2. Talat Shehzad, Ph.D Scholar, Hamdard University, Karachi, Pakistan.

How to Cite: Ateeq Ur Rehman Sasoli, & Talat Shehzad. (2025). URDU دفاع اور جارحیت کی روک تھام کے نبوی اسالیب: مشاورت، تنظیم اور تیاری: Prophetic Methods for Defense and the Prevention of Aggression: Consultation, Organization, and Preparation. *Rahat-Ul-Quloob*, *9*(2), 01-25. Retrieved from https://rahatulquloob.com/index.php/rahat/article/view/469

http://rahatulquloob.com/index.php/rahat/article/view/469
Vol. 9, No.2 || July–Dec 2025 || URDU-Page. 01-25
Published online: 01-11-2025

دفاع اور جارحیت کی روک تھام کے نبوی اسالیب: مشاورت، تنظیم اور تیاری

Prophetic Methods for Defense and the Prevention of Aggression: Consultation, Organization, and Preparation

عتیق الرحمن ساسولی[1] طلعت شہزاد[2]

ABSTRACT

The life of Prophet Muhammad ﷺ serves not only as a spiritual and moral guide but also provides comprehensive leadership lessons in political, social, and military domains. This study examines the defensive and military strategies employed by the Prophet ﷺ, emphasizing consultation (shura), organization, preparation, and adherence to ethical principles. The Prophet ﷺ consistently prioritized peace, yet when defense became inevitable, he adopted military strategies that demonstrated courage, wisdom, and exemplary discipline. Key battles such as Badr, Uhud, and the Trench (Khandaq) illustrate not only tactical excellence but also the practical manifestation of his visionary leadership. Central to his approach was the prevention of aggression and the establishment of justice, which enabled the Muslim community to overcome formidable adversaries. This strategic model remains relevant for contemporary Muslim societies facing internal discord and external pressures, providing lessons in collective unity, strategic planning, and thoughtful decision-making. The research highlights how Prophetic military wisdom can inform modern leadership, defense policies, and organizational discipline while promoting ethical conduct even in conflict scenarios. By reflecting on these historical precedents, Muslims today can draw inspiration for resilience, foresight, and tactical prudence in political, social, and security affairs. the study positions Prophetic military strategy as both a historical success and a guiding framework for contemporary challenges, advocating the integration of moral and strategic insights in modern governance and defense planning.

Keywords: Prophetic Military Strategy, Defensive Policy, Consultation and Discipline, Contemporary Islamic Leadership, Aggression Prevention.

موضوع کا تعارف:

اسلامی تاریخ کا مطالعہ یہ حقیقت واضح کرتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ محض روحانی یا اخلاقی زندگی تک محدود نہیں بلکہ سیاسی، معاشرتی اور عسکری میدانوں میں بھی کامل رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ عسکری حکمت عملی کے باب میں رسول اکرم

ﷺ نے جو اسالیب اپنائے، ان کی بنیاد امن، عدل، مشاورت، تنظیم اور تیاری پر تھی۔ آپ ﷺ نے نہ صرف اپنی امت کو جارحیت سے بچنے اور دفاعی حکمت عملی اختیار کرنے کی تعلیم دی بلکہ عملی طور پر ایسے اصول مرتب فرمائے جو آج بھی جدید عسکری منصوبہ بندی کے لیے ایک مثالی فریم ورک فراہم کرتے ہیں۔ زیرِ نظر مقالہ کا موضوع "دفاع اور جارحیت کی روک تھام کے نبوی اسالیب: مشاورت، تنظیم اور تیاری" ہے، جو اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی عسکری حکمت عملی میں ہمیشہ دفاع کو ترجیح دی اور جارحیت کی روک تھام کے لیے واضح اور عملی اصول قائم فرمائے۔ آپ ﷺ نے دشمن کے مقابلے میں کبھی بلاوجہ پیش قدمی نہیں کی بلکہ ہمیشہ حالات کے مطابق ایسی حکمت عملی اپنائی جس میں مشاورت (شوریٰ)، منظم صف بندی، اور ہمہ گیر تیاری کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ یہی اسالیب نہ صرف اُس دور کے بڑے طاغوتی قوتوں کے مقابلے میں کامیاب ثابت ہوئے بلکہ آج بھی اسلامی دنیا کے لیے ایک model of defense and strategy ہیں۔

تحقیق کا مقصد:

اس مقالے کا مقصد یہ ہے کہ سیرتِ نبوی ﷺ کی ان عسکری حکمت عملیوں کو منظم و تحقیقی انداز میں سامنے لایا جائے جو دفاع اور جارحیت کی روک تھام کے لیے آپ ﷺ نے اپنائیں۔ ان میں بالخصوص مشاورت، تنظیم اور تیاری کے پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے گی تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ سیرتِ طیبہ ﷺ میں ان اصولوں کی عملی مثالیں کس طرح سامنے آتی ہیں۔ یہ اصول کس طرح جارحیت کے سدّباب اور دفاعی طاقت کے استحکام کا ذریعہ بنے۔ عصرِ حاضر میں مسلم دنیا انہی اصولوں کو بروئے کار لا کر موجودہ سیاسی و عسکری دباؤ کا مقابلہ کیسے کر سکتی ہے۔

تحقیقی سوالات:

- نبی اکرم ﷺ نے اپنی عسکری حکمت عملی میں دفاع کو جارحیت پر کیوں ترجیح دی؟
- مشاورت، تنظیم اور تیاری کے اصول سیرتِ نبوی ﷺ میں کس طرح ظاہر ہوئے؟
- یہ اصول غزوات بدر، احد اور خندق میں عملی طور پر کیسے کارفرما تھے؟
- عصرِ حاضر میں یہ اسالیب امتِ مسلمہ کے لیے کس حد تک عملی اور قابلِ اطلاق ہیں؟

تحقیق کی اہمیت:

اس موضوع کی اہمیت اس وقت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب ہم عصرِ حاضر کے عالمی حالات پر نظر ڈالتے ہیں۔ طاقت کے توازن کا تصور آج کی دنیا میں بڑی قوتوں کے ہاتھ میں ہے، جو اسے اپنے سیاسی و معاشی مفاد کے لیے استعمال کرتی ہیں۔ مسلمان ممالک داخلی خلفشار، فرقہ واریت، سیاسی عدم استحکام اور بیرونی دباؤ کا شکار ہیں۔ ایسے حالات میں سیرتِ نبوی ﷺ ہمیں یہ سبق دیتی ہے

کہ اصل طاقت جنگ میں پیش قدمی نہیں بلکہ دفاعی حکمت عملی، منظم تیاری، اور مشاورت کے ذریعے اجتماعی اتحاد میں ہے۔ یہ تحقیق اہمیت کے اعتبار سے تین سطحوں پر کارآمد ہے یعنی نظریاتی سطح اعتبار سے یہ اسلام کے پرامن اور دفاعی مزاج کو اجاگر کرتی ہے، اور تاریخی سطح کے اعتبار سے سیرتِ نبوی ﷺ کی عملی مثالوں سے عسکری اصول اخذ کرتی ہے جبکہ عملی سطح پر یہ امتِ مسلمہ کو عصری پالیسیوں میں ان اصولوں کو بروئے کار لانے کی راہ دکھاتی ہے۔

سابقہ تحقیقی مواد کا جائزہ:

سیرت النبی ﷺ پر صدیوں سے تحقیقی کام ہوتا رہا ہے، تاہم عسکری حکمت عملی پر زیادہ تر تحقیقات یا تو واقعاتی بیان تک محدود ہیں یا محض اخلاقی و روحانی پہلو پر زور دیتی ہیں۔ مثال کے طور پر: ابن ہشام (السیرۃ النبویہ) نے غزوات کے واقعات بڑی تفصیل سے بیان کیے ہیں، لیکن ان میں عسکری اصولوں اور حکمتِ عملی کی تطبیق موجودہ دور کے ساتھ نہیں کی گئی۔ الواقدی (كتاب المغازي) نے جنگوں کی ترتیب اور صف بندی کا ذکر کیا ہے، مگر اس کا مطالعہ زیادہ تر تاریخی اور روایتی انداز میں ہے۔ جدید دور میں ڈاکٹر محمود احمد غازی (محاضراتِ سیرت) نے عسکری پہلو کو فکری و عملی حکمتِ عملی کے طور پر اجاگر کیا، مگر یہ زیادہ تر لیکچرز کی صورت میں ہے اور تفصیلی تحقیقی ساخت کم نظر آتی ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنی کتاب "The Muslim Conduct of State" میں جنگ و امن کے قوانین پر روشنی ڈالی، جس میں سیرتِ نبوی ﷺ کو ایک بین الاقوامی قانون کے تناظر میں دیکھا گیا ہے، لیکن موضوعاتی طور پر "مشاورت، تنظیم اور تیاری" پر خصوصی توجہ نہیں دی گئی۔

یوں موجودہ تحقیق کی انفرادیت یہ ہے کہ یہ سیرت النبی ﷺ کی عسکری حکمت عملی کو دفاع اور جارحیت کی روک تھام کے تناظر میں خاص طور پر "مشاورت، تنظیم اور تیاری" کے زاویے سے دیکھتی ہے، اور اس کا عصری اطلاق واضح کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

سیرتِ نبوی ﷺ میں عسکری حکمت عملی کی اساس:

سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں عسکری حکمتِ عملی کا لبّ و محور صرف جنگی چالوں یا فوجی مہارت تک محدود نہیں رہا بلکہ وہ ایک جامع اخلاقی، سیاسی اور استحکامی فریم ورک ہے جو امن، عدل اور بقا کی ضامن حکمتِ عملیاں مہیا کرتا ہے۔ حضورِ اکرم ﷺ نے قوت کو کبھی خود مقصد نہیں سمجھا بلکہ اسے ایک ایسا ذریعہ جانا جو ظلم وجور کے خلاف مزاحمت، معاشرتی توازن کی بحالی اور کم از کم جانی و مالی نقصان کے لیے بروئے کار آتا ہے۔ اسی بنیاد پر نبوی طرزِ عمل نے تشدد کو محدود رکھنے، معاہدات وضوابط کا احترام کرنے اور جنگ کے اخلاقی تقاضوں کی پاسداری کو لازمی قرار دیا یعنی عسکری قوت کو انسانی و اخلاقی حدود کے اندر رکھتے ہوئے برتنے کی روش اپنائی گئی۔

یہی اصولی بنیاد تین متوازی ستونوں میں منظم ہوتی ہے جو آگے بطور جداگانہ موضوعات زیرِ بحث آئیں گے: سب سے پہلے وہ فکر کہ دفاع کو جارحیت پر فوقیت دی جائے تاکہ طاقت کے استعمال کا مقصد تسلط یا توسیع نہ ہو بلکہ امتیازی مزاحمت اور بقا ہو؛ دوسرے، وہ اخلاقی عقیدہ کہ امن اور عدل کو ہمیشہ مقدم رکھا جائے تاکہ فتح بھی ایک منصفانہ اور بحالی کا ذریعہ بنے نہ کہ عناد و انتقام کا؛ اور تیسرا، وہ عملی قاعدہ کہ جنگ کو ہر حال میں آخری حل سمجھا جائے اور سفارت، مصالحت و دیگر پُرامن ذرائع کو ترجیح دی جائے۔ ان تینوں ستونوں کے تناظر میں سیرت میں ملنے والی مخصوص مثالیں (بدر، احد، خندق، حدیبیہ وغیرہ) نہ صرف تاریخی واقعات ہیں بلکہ وہ عملی اسباق بھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوی حکمتِ عملی کیسے معاصر دفاعی پالیسیوں مثلاً فیصلہ سازی میں شمولیت، منظم کمانڈ ڈھانچے، اور لوجسٹک و پیشگی تیاری کے ساتھ مربوط کی جا سکتی ہے۔

لہٰذا آئندہ ابحاث میں ہم انہی بنیادی اصولوں کو علیحدہ علیحدہ معروضی انداز میں جانچیں گے: پہلے حصّے میں دفاع بمقابلہ جارحیت کی ترجیح پر غور کریں گے، اس کے بعد امن و عدل کے مقام و مرتبہ کی وسعت اور عملی معنی پر روشنی ڈالیں گے، اور آخر میں جنگ کو آخری چارہ تصور کرنے کی نبوی حکمت اور اس کے عصری مضمرات کا تفصیلی تجزیہ پیش کریں گے تاکہ ایک مربوط، تاریخی اور پالیسی محور فہم سامنے آئے جو آپ کے مقالے کے مقاصد سے مطابقت رکھتا ہو۔

دفاع پر جارحیت کی ترجیح

اسلامی نصوص اور نبوی طرزِ عمل کی بنیاد پر واضح ہے کہ جنگ کا جواز بذاتِ خود نہیں بلکہ یہ صرف اُس صورتِ حال میں جائز ہے جب ظلم ہو رہا ہو یا قوم کا وجود خطرے میں پڑے۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے کہ: (اور جن سے تم سے جنگ ہوتی ہے اُن سے جنگ کرو اور زیادتی نہ کرو) یہ بنیادی اصول واضح کرتا ہے کہ جنگ کا مقصد جارحیت یا توسیع نہیں، بلکہ ظلم کے خلاف دفاع اور حدودِ شریعت کا قیام ہے۔ اسی فہم نے رسولِ اکرم ﷺ کے فیصلوں کو رہنمائی فراہم کی؛ آپ ﷺ نے کئی مواقع پر طویل مدتی صبر اور مذاکرات کو ترجیح دی اور مسلح اقدام کو آخر کار اختیار کیا۔ محققین نے بھی اسی فلسفہ کو نوٹس کیا ہے: سُرّتِ مدنیہ میں حالات بدلنے کے بعد جو اقدامات اٹھائے گئے وہ دفاعی ضرورت اور سیاسی بقا کی ترجمانی کرتے ہیں۔

تاریخی مثالوں میں فتحِ مکہ ایک روشن صورت ہے: اس واقعے میں نبی ﷺ نے بڑے پیمانے پر عسکری تیاری کی، مگر شہر داخل ہوتے ہی عام معافی کا اعلان کیا یوں طاقت صرف اس لیے استعمال نہیں ہوئی کہ قابض ہوا جائے، بلکہ بزرگ سیاسی حکمت کے تحت امن و بازیافتہ نظم قائم کیا گیا۔ اسی طرح خندق (احزاب) کی تدبیر ایک دفاعی اختراع تھی جس نے براہِ راست محاصرہ توڑ دیا اور بلاوجہ زمینی لڑائی سے بچایا—یہی نبوی طریقۂ کار جارحیت کی روک تھام اور کم سے کم جانی نقصان کا عملی نمونہ ہے عصری مفہوم میں یہ اصول deterrence یعنی قوتِ بازدار کی پالیسی سے شِبہ کرتا ہے: طاقت اس لیے مضبوط رکھی جائے کہ دشمن کو جارحیت سے پہلے

روکا جا سکے، نہ کہ طاقت کو جارحانہ مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے یہی نقطۂ نظر بین الاقوامی قانونِ جنگ اور انسانی ہمدردی کے معیارات کے ساتھ بھی ہم آہنگ ہے اس وجہ سے موجودہ دفاعی پالیسیاں نبوی فہم سے بہت سی صورتوں میں مطابقت پیدا کر سکتی ہیں.

امن اور عدل کو مقدم رکھنا

نبیِ کریم ﷺ کی حکمتِ عملی کا ایک نمایاں لہر یہ تھی کہ فتح اور طاقت کے ساتھ بھی عدل اور امن کو فوقیت دی گئی۔ قرآنِ مجید اور سیرت دونوں میں عدل و معافی کو بلند مقام دیا گیا—جب ممکن ہوا، آپ ﷺ نے دشمن سے صلح، معاہدہ اور مفاہمت کے راستے اختیار کیے تاکہ طویل المدت استحکام اور انصاف قائم ہو سکے۔ عدل کا مطلب صرف قانونی انصاف نہیں بلکہ جنگ میں غیر جنگجوؤں کے تحفظ، معاہدوں کی پاسداری اور انسانی وقار کی حفاظت بھی ہے؛ اس اخلاقی دائرے نے نبوی اصولِ جنگ کو ایک محدود اور متوازن طریقۂ کار بنا دیا۔[1] سیرت میں اسی اخلاقی حدود کی عملی مثالیں واضح ہیں: غزوات کے دوران نبی ﷺ نے غیر جنگجو افراد، عبادت گاہوں اور زرعی وسائل کو نقصان سے محفوظ رکھنے کی ہدایت کی؛ اور جب فتحِ مکہ واقع ہوئی تو مراجعت و معافی کے اسلوب نے مسلح تصفیہ کے بجائے نظم و اصلاح کو ممکن بنایا اس اخلاقی اصول کا تقاضا یہ ہے کہ کسی بھی عسکری اقدام میں حقوقِ انسانی کا خیال رکھا جائے، اور یہ عملی طور پر جنگ کے بعد سماجی بحالی اور بین الاقوامی قبولیت کے لیے ضروری ہے۔[2]

فقہا اور محدثین کے انداز میں بھی یہ واضح ہے کہ نبوی روایات نے غیر جنگجو افراد (خاص طور پر عورتوں، بچوں اور بزرگوں) کی اموات کو حرام قرار دیا مثال کے طور پر احادیث میں آیا ہے کہ رسول ﷺ نے جنگ میں عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کیا۔[3] اس اخلاقی قیود نے اسلامی جنگی اصول کو بین الاقوامی انسانی قوانین کے قریب رکھا اور آج کے دور میں بھی عدل کو مقدم رکھنا پالیسی میکنگ کے لیے ایک مضبوط دلیل ہے۔[4]

جنگ کو آخری حل کے طور پر اختیار کرنا

نبوی حکمتِ عمل کا ایک مستقل سبق یہی ہے کہ جنگ کبھی اولین وسیلہ نہ ہو بلکہ دیگر تمام پرامن امکانات ناکامی پر ہی خانہ جنگی اختیار کی جائے۔ سیرتِ نبوی میں متعدد واقعات (مثلاً مذاکرات، خط و کتابت، قبائلی مصالحتیں) ملتی ہیں جو دکھاتی ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے تنازعات کو امن پسندی، سفارتکاری اور ثالثی کے ذریعے حل کرنے کو ترجیح دی ۔ غزوۂ حدیبیہ اس نکتہ کی بہترین مثال ہے ابتدائی طور پر مسلمانوں کے لیے نقصان دہ معلوم ہونے کے باوجود یہ معاہدہ طویل دور میں اسلام کی سیاسی کامیابیوں کا سبب بنا۔[5]

نبی ﷺ کا عملی رویہ بتاتا ہے کہ جب جنگ ناگزیر بھی بنے تو اسے منظم، محدود اور اخلاقی ضوابط کے اندر رکھا جائے؛ خندق کی حکمت نے اس بات کو ثابت کیا کہ ذہانت، تیاری اور بحرانی تدابیر سے بڑے حملہ آور کو روکا جا سکتا ہے، اس طرح براہِ راست وسیع خونریز محاذ آرائی سے گریز ممکن ہوا۔ اس کا عبرت انگیز سبق یہ ہے کہ مناسب سیاسی حکمتِ عملی اور دفاعی تیاری اکثر جارحیت

کے خطرے کو کم کر دیتی ہیں اور جنگ کو آخر کار غیر ضروری بنا دیتی ہیں۔ آج کے عالمی سیاق میں یہ سبق یہ بتاتا ہے کہ ریاستیں پہلے سفارتی، اقتصادی اور سیاسی دباؤ کے تمام ذرائع بروئے کار لائیں؛ عسکری آپریشن کو آخری چارہ رکھیں۔ اس نقطۂ نظر کی تائید جدید اسٹریٹیجک لٹریچر بھی کرتا ہے کہ:

limited war only as last resort preserves political legitimacy and reduces long term costs

یعنی نبوی ماڈل نہ صرف تاریخی طور پر موزوں رہابلکہ عصری پالیسی کے لیے بھی عملی طور پر معنی خیز ہے۔[6]

مشاورت کی جہت:

مشاورت (شوری) اسلامی معاشرتی اور سیاسی نظم کا ایک بنیادی ستون ہے جسے قرآن نے بار بار اجاگر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا: (اور وہ لوگ اپنے کام باہمی مشورے سے کرتے ہیں) (الشوریٰ:38)۔ اس آیت نے واضح کر دیا کہ مسلمانوں کے اجتماعی امور کا فیصلہ فردِ واحد کے بجائے اجتماعی مشاورت کے ساتھ ہونا چاہیے۔ اسی طرح قرآن نے نکاح، طلاق اور بچوں کی پرورش جیسے حساس مسائل میں بھی میاں بیوی کے درمیان مشورے کو لازمی قرار دیا: (پس اگر دونوں باہمی مشورے اور رضامندی سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں) (البقرہ:233)۔ ان نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ شوریٰ کا تصور محض سیاسی معاملات تک محدود نہیں بلکہ معاشرتی اور گھریلو سطح پر بھی اس کی اہمیت بنیادی ہے۔

سنتِ نبوی ﷺ میں مشاورت کا طریقہ کار مزید تفصیل کے ساتھ سامنے آتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے بڑے عسکری اور سیاسی فیصلوں میں صحابہ کرامؓ کو شریک کیا۔ غزوۂ بدر میں قیدیوں کے بارے میں فیصلہ کرنے سے قبل آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے مشورہ کیا، جہاں دونوں نے مختلف رائے دی اور پھر نبی ﷺ نے غور و فکر کے بعد فیصلہ کیا۔[7] اسی طرح غزوۂ احد کے موقع پر مدینہ میں رہ کر دفاع کرنے یا میدان میں نکلنے کے معاملے پر نوجوان صحابہؓ نے باہر نکلنے کی رائے دی، اور نبی ﷺ نے اکثریتی رائے کو تسلیم کیا۔ یہ مثال اس بات کی روشن دلیل ہیکہ آپ ﷺ نے اپنی ذاتی خواہش کے بجائے اجتماعی فیصلے کو فوقیت دی۔

فقہی و اخلاقی پہلو سے بھی مشاورت کو بڑا مقام حاصل ہے۔ احادیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: (جب تمہارے حکمران تم میں سے ہوں، تمہارے مال دار سخی ہوں، اور تمہارے امور مشورے سے طے پائیں تو زمین کا اوپر والا حصہ تمہارے لیے بہتر ہے)[8]۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ شوریٰ صرف سیاسی عمل نہیں بلکہ معاشرتی خیر و بھلائی کی ضمانت بھی ہے۔ مشاورت کے ذریعے مختلف زاویۂ فکر سامنے آتے ہیں، فیصلے جذباتی اور وقتی نہ رہتے بلکہ زیادہ دانشمندانہ اور دیرپا ثابت ہوتے ہیں۔

یوں قرآن و سنت دونوں یہ واضح کرتے ہیں کہ مشاورت اسلامی طرزِ قیادت اور فیصلہ سازی کا بنیادی اصول ہے۔ اس کا مقصد محض آراء لینا نہیں بلکہ رائے کے تنوع سے حکمت، ذمہ داری اور اجتماعی اتحاد پیدا کرنا ہے۔ یہی ماڈل عسکری میدان میں بھی

نظر آتا ہے جہاں نبی ﷺ نے فیصلہ سازی کو شوریٰ کے اصول پر قائم کر کے امت کو یہ تعلیم دی کہ بڑے فیصلے اجتماعی بصیرت اور عوامی اعتماد کے ساتھ کیے جائیں تا کہ ان کا نفاذ بھی پائیدار ہو۔

غزوات میں مشاورت کی مثالیں

غزوۂ احد اور غزوۂ خندق نبی اکرم ﷺ کی مشاورتی قیادت کی دو نمایاں مثالیں ہیں جنہوں نے اسلامی عسکری حکمتِ عملی میں شوریٰ کے اصول کو عملی جامہ پہنایا۔ احد کے موقع پر نبی ﷺ نے یہ سوال اٹھایا کہ دشمن کے مقابلے کے لیے مدینہ میں دفاعی جنگ لڑی جائے یا میدان میں نکل کر مقابلہ کیا جائے۔ بزرگ صحابہؓ کی رائے یہ تھی کہ شہر میں رہ کر دفاع کیا جائے، جبکہ نوجوانوں نے میدان میں مقابلے پر زور دیا۔ بالآخر رسول اللہ ﷺ نے اکثریتی رائے کو قبول کیا اور میدان میں اترنے کا فیصلہ فرمایا۔ اگرچہ یہ فیصلہ بظاہر نقصان دہ ثابت ہوا، لیکن اس کے نتیجے میں امت کو یہ سبق ملا کہ اجتماعی رائے کی پیروی قیادت کی اخلاقی ذمہ داری ہے، اور غلطیوں سے سیکھ کر آئندہ حکمت عملی میں اصلاح لانا بھی شوریٰ کا حصہ ہے۔ اس واقعے نے یہ واضح کر دیا کہ مشاورت نہ صرف فیصلہ سازی بلکہ بعد از معرکہ سیکھنے اور پالیسی کی تجدید کا ذریعہ بھی ہے۔[9]

غزوۂ خندق میں مشاورت کا پہلو اور بھی نمایاں تھا۔ مدینہ پر بڑے پیمانے پر حملے کی اطلاع ملنے پر نبی اکرم ﷺ نے اصحابِ کرامؓ سے مشورہ کیا۔ اسی مشاورت کے دوران حضرت سلمان فارسیؓ نے خندق کھودنے کی تجویز دی، جو اس وقت عرب کے لیے غیر معمولی اور غیر روایتی تدبیر تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس تجویز کو قبول کیا اور خود صحابہؓ کے ساتھ خندق کھودنے کے عمل میں شریک ہوئے۔ یہ فیصلہ صرف ایک جنگی حکمت عملی نہیں بلکہ شوریٰ کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اجتماعی بصیرت کا عملی اظہار تھا۔ اس کے ذریعے نہ صرف دشمن کو براہِ راست مدینہ میں داخل ہونے سے روکا گیا بلکہ مسلمانوں کو اپنی محدود قوت کے باوجود ایک منظم اور محفوظ دفاعی پالیسی اپنانے کا موقع ملا۔ اس طرح مشاورت نے مسلمانوں کو ایک ایسے حل تک پہنچایا جو نہ صرف مؤثر تھا بلکہ جان و مال کے بڑے نقصان سے بھی بچا گیا۔[10]

غزوۂ تبوک ایک طویل مسافت اور ممکنہ بڑے مقابلے کا معاملہ تھا۔ جب خبر ملی کہ رومی یا ان کے حلیف کسی بڑے عسکری اقدام کی تیاری کر رہے ہیں تو نبی ﷺ نے صحابہؓ کو جمع کیا، مالی وسائل و سپلائی کا انتظام کیا اور قوم سے مشورت و مشاورتِ عمل کے ذریعے اس مہم کی تیاری کی۔ اس میں لوگوں کی استطاعت کے مطابق صدقات / آخرہ (مناجاتِ مالی) جمع کیے گئے، اور جو لوگ قوت رکھتے تھے انہیں آگے بڑھنے کی تلقین کی گئی — اس پورے عمل میں مشاورت نے لوگوں کی شمولیت، وسائل کا منظم حصول اور قیادت کی مشروعیت کو یقینی بنایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مہم بغیر بڑی خون ریزی کے کامیاب رہی اور سفارتی مواقف مضبوط ہوئے؛ Tabuk کی تیاری میں مشاورت نے فوجی، معاشی اور سیاسی جہتوں کو مربوط کیا۔[11]

خیبر کی مہم میں بھی مشاورت کا اہم کردار تھا—نبی ﷺ نے کمانڈروں اور ماہرین کی رائے لی، محاصرہ اور داخلہ کے مختلف طریقے زیرِ غور آئے، اور متعدد بار مذاکرات (envoys) وامن آفرینی کے بجائے جب واضح ہوا کہ جنگ لازم ہے تو مربوط طریقۂ کار اختیار کیا گیا۔ خیبر کا آپریشن قلعہ بہ قلعہ منصوبہ بندی اور تقسیمِ ذمہ داری کی مثال تھا—بعض قلعوں کے خلاف مخصوص حکمتِ عملیاں اپنائی گئیں جن کا انتخاب مشاورتی مباحثوں اور معلوماتی جائزے کی بنیاد پر ہوا۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ جب آپریشن پیچیدہ ہو اور متعدد محور ہوں تو مشاورت کمانڈرز کو متحد کرتی ہے اور انفرادی غلطیوں کا دائرہ کم کرتی ہے۔[12]

حُنَین میں ابتدائی موقع پر مسلمانوں کو کم از کم نقصان ہوا کیونکہ کچھ مسلمان سہل پسندی میں مبتلا ہو گئے اور کنٹرول ختم ہوا؛ اس پر نبی ﷺ نے فوراً صورتحال کا جائزہ لیا، صحابہ کرامؓ کو منظم کیا اور پھر عملی مشاورت اور احکامات کے ذریعے صفوں کو بحال کیا گیا۔ اس واقعے میں مشاورت کا ثمر یہ نکلا کہ قیادت نے فوری اصلاحی اقدامات کیے، ریزرو یونٹس اور منظم کمانڈ کو متحرک کیا اور بالآخر فتح حاصل ہوئی۔Hunayn اس بات کی مثال ہے کہ مشاورت صرف ابتدائی فیصلہ سازی کے لیے نہیں بلکہ معرکے کے دوران فوری اصلاح وکنٹرول کے لیے بھی ضروری ہے۔[13]

ان متعدد غزوات احد، خندق، تبوک، خیبر اور حنین سے واضح سبق ملتا ہے کہ مشاورت تبھی مؤثر اور نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے جب اس میں اہلِ علم و تجربہ شریک ہوں، فیصلے معلوماتی بنیاد (ریکان، اہلِ انٹیلیجنس) پر مبنی ہوں، اور نفاذ کی ذمہ داریاں واضح طور پر متعین کی گئی ہوں۔ احد میں اختلافِ آراء اور اس کے بعد اصلاحات نے دکھایا کہ شوریٰ صرف فیصلہ سازی نہیں بلکہ بعد از معرکہ سیکھنے اور پالیسی کی تجدید کا ذریعہ بھی بنتی ہے؛ خندق میں سلمان فارسیؓ کی پیش کردہ تجویز نے مشاورت سے نکلنے والا وہ غیر روایتی مگر مؤثر حل دکھایا جو بھرپور عوامی شمولیت اور لوجسٹک انتظام کے بغیر ممکن نہ تھا۔ تبوک و خیبر میں مہمات کی تیاری میں مشاورت نے فوجی، معاشی اور سفارتی جہتوں کو مربوط کیا، جبکہ حنین میں ابتدائی انتشار کے بعد فوری مشاورتی اقدام و کمانڈ کی بحالی نے فتح میں مدد دی۔ اگر مشاورت محض رسمی عمل بن کر طویل مباحثے میں تبدیل ہو جائے یا اس سے فیصلہ سازی میں تاخیر ہو تو نقصان ممکن ہے؛ مگر جب شمولیت، سرعت اور شفاف نفاذ ساتھ ہوں تو مشاورت جدید عسکری فیصلہ سازی بشمول inter-agency coordination، intelligence-driven policy اور مضبوط کمانڈ اینڈ کنٹرول کے لیے ایک پائیدار اور عملی ماڈل ثابت ہوتی ہے۔

معاصر عسکری منصوبہ بندی میں فیصلہ سازی اور شوریٰ کا اطلاق

عصری دفاعی اور پالیسی سازی کے سیاق میں مشاورت (شوریٰ) کا تصور محض مذہبی یا تاریخی روایت تک محدود نہیں بلکہ یہ ادارہ جاتی کارکردگی، شفافیت اور جمہوری مشروعیت فراہم کرنے والا ایک عملی آلہ بھی ہے۔ جدید ریاستی دفاعی عمل میں مؤثر فیصلہ سازی اس وقت ممکن ہے جب فوجی ادارے، خارجہ پالیسی کے محکمے، خفیہ وانٹیلیجنس ایجنسیز اور سول قیادت ایک مربوط مشاورتی

فریم ورک کے تحت مل کر چلیں۔ یہ interagency coordination کا بنیادی مقصد ہے: معلومات کا تبادلہ، حکمتِ عملی کا مشترکہ وزن، اور فیصلوں کی جوابدہی (accountability) کو یقینی بنانا۔ شوریٰ کے نبوی ماڈل کی افادیت اس لیے بھی نمایاں ہے کہ وہ فیصلے کی مشروعیت، علمی بنیاد اور عملی قبولیت کو یکجا کرتا تھا—یہی اصول جدید C2 (Command & Control) اور interorganizational doctrine کی بنیادی جہتیں بھی ہیں۔[14]

ایک عملی اور مؤثر شوریٰ ماڈل کم از کم چار بنیادی ستون رکھتا ہے۔ اول، معلوماتی بنیاد، مشاورت کا انحصار معتبر، بروقت اور مربوط انٹیلی جنس پر ہوتا ہے؛ ناقص یا تاخیر شدہ معلومات فیصلے کو غلط راستے پر لے جاسکتی ہے۔ دوم، مجاز اور اہل نمائندے، مشاورتی فورم میں شامل افراد وہ ہوں جو اپنے محکموں کو نمائندہ طور پر موثر معلومات اور اختیار دے سکیں؛ اس سے بعد از مشاورت عمل درآمد میں رکاوٹ کم ہوتی ہے۔ سوم، فاسٹ-ٹریک میکینزم، ہنگامی حالات میں طویل مباحثے مہلک ثابت ہوسکتے ہیں، اس لیے ایک معیّن طریقۂ کار ہونا چاہیے جو کہ شمولیت کی روح برقرار رکھتے ہوئے تیزی کے ساتھ فیصلہ سازی ممکن بنائے (مثلاً محدود اختیارات کے ساتھ ایک ایمرجنسی کمیٹی)۔ چہارم، اخلاقی و قانونی چیک-اینڈ-بیلنس—ہر عسکری فیصلہ کو داخلی قانونی اور بین الاقوامی ضوابط کے مطابق جائز قرار دینا لازم ہے تاکہ شوریٰ کا نتیجہ بعد ازاں قانونی یا اخلاقی بحران کا سبب نہ بنے[15]

شوریٰ کے اطلاق میں چند عملی آلات و طریقے مفید ثابت ہوتے ہیں۔ انٹیلیجنس-شیئرنگ پروٹوکول وہ ڈھانچہ ہیں جو مختلف اداروں کے مابین معلومات کے مؤثر تبادلے کو ممکن بناتے ہیں؛ اس کے بغیر شوریٰ محض ظاہری ہی رہ جاتی ہے۔ اسی طرح tabletop exercises اور مشترکہ مشقیں (joint exercises) فیصلہ سازوں کو فرضی مگر حقیقت پسندانہ منظرناموں میں تجربہ فراہم کرتی ہیں، جس سے فورمز کی کارکردگی، فاسٹ-ٹریک میکانزم اور عملدرآمدی طریقے پہلے ہی جانچے جاچکے ہوتے ہیں۔ جدید فوجی دستور (C2 doctrine) بھی اسی بات پر زور دیتا ہے کہ کمانڈ-اینڈ-کنٹرول کا مقصد صرف احکامات جاری کرنا نہیں بلکہ معلومات کو عمل میں تبدیل کرنے کا ایک مؤثر نظام قائم کرنا۔[16]

پالیسی سازی کے درجۂ عمل میں شوریٰ کو مستقل اور قانونی حیثیت دینے کے لیے چند عملی سفارشات ہیں: (1) ریاستی سطح پر inter-agency coordination کے لیے رسمی ڈھانچے (کابینہ یا قومی سلامتی کونسل کے ماتحت شعبہ) قائم کیے جائیں؛ (2) ہنگامی حالات کے لیے ایک واٹر ٹائٹ ایمرجنسی کمیٹی بنائی جائے جس میں فوج، خفیہ ادارہ، وزارت خارجہ اور سول ایڈمنسٹریشن کے مجاز نمائندے بطور فاسٹ-ٹریک فورس بیٹھ سکیں؛ (3) مشاورت کے فیصلوں کے لیے شفاف ریکارڈ اور بعد از عمل جائزہ (after-action review) لازمی رکھا جائے؛ اور (4) مشاورتی فورمز کی باقاعدہ تربیت، tabletop exercises اور معلوماتی انضمام کے ٹولز (secure intel-sharing platforms) پر مستقل سرمایہ کاری کی جائے تاکہ شوریٰ محض رسمی پروٹوکول نہ رہے بلکہ

حقیقی طور پر فیصلہ سازی کے معیار کو بہتر بنائے ۔[17]

قابلِ غور بات یہ ہے کہ شوریٰ کا اطلاق صرف ٹیکنیکل طریقوں تک محدود نہیں؛اس کے اخلاقی پہلو اور عوامی قبولیت بھی برابر اہم ہیں۔ نبوی شوریٰ نے ہمیشہ شمولیت، شفافیت اور انصاف کے توازن کو برقرار رکھا اسی توازن کی جدید ایڈاپٹیشن سے ریاستیں اپنی دفاعی پالیسیوں کو داخلی وبین الاقوامی سطح پر زیادہ legitimize کر سکتی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ شوریٰ کا نبوی ماڈل جدید عسکری فیصلہ سازی میں صلاحیت، مشروعیت، اور شفافیت تینوں بطورِ واحد فراہم کرنے کا اہل ہے بشرطیکہ اسے معلوماتی بنیاد، مجاز شمولیت، تیز فیصلہ جاتی طریقہ کار، اور قانونی اخلاقی نگرانی کے ساتھ عملی طور پر نافذ کیا جائے

تنظیم کی جہت:

غزوات میں فوجی تنظیم اور صف بندی

سیرتِ نبوی ﷺ میں عسکری حکمتِ عملی کا ایک نمایاں پہلو فوجی تنظیم اور صف بندی ہے، جس نے مسلمانوں کو کم وسائل کے باوجود بڑی کامیابیاں عطا کیں۔ غزوۂ بدر میں نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف بہترین مقام کا انتخاب کیا بلکہ صف بندی کو مثلثی شکل میں ترتیب دیا، دشمن کو پانی سے محروم کیا اور فوج کو اس طرح تعینات کیا کہ عددی کمی کو حکمت سے پورا کیا جا سکے۔ اس جنگ نے یہ اصول واضح کیا کہ فوج کی تنظیم اور مقام کا انتخاب اکثر تعداد پر بھاری پڑتا ہے۔[18]

غزوۂ احد میں بھی فوجی ڈھانچہ منظم کیا گیا؛ صحابہ کرام کو دستوں کی صورت میں تقسیم کیا گیا اور تیر اندازوں کو پہاڑی پر متعین کیا گیا تاکہ دشمن کی عقب سے پیش قدمی روکی جا سکے۔ اگرچہ بعض نے حکم کی خلاف ورزی کی جس سے نقصان ہوا، لیکن یہ مثال فوجی نظم وضبط اور صف بندی کی اہمیت کو دوچند کر دیتی ہے۔[19] اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ تنظیم کی مضبوطی فوجی کامیابی کے لیے اتنی ہی ضروری ہے جتنی شجاعت۔

غزوۂ خندق میں فوجی تنظیم اور دفاعی تدبیر ایک نئے مرحلے پر پہنچی۔ سلمان فارسیؓ کی تجویز پر خندق کھودنے کا فیصلہ کیا گیا، جس میں پوری فوج اور اہلِ مدینہ شامل ہوئے۔ یہ صرف دفاعی رکاوٹ نہ تھی بلکہ ایک اجتماعی عسکری تنظیم کی عملی مثال تھی، جس نے دشمن کو غیر متوقع طور پر روک دیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فوجی تنظیم صرف صف بندی تک محدود نہیں بلکہ وسائل کے بہتر استعمال اور عوامی شمولیت کو بھی شامل کرتی ہے۔[20]

اس کے علاوہ نبی کریم ﷺ نے مضافاتی قبائل سے معاہدات کر کے مدینہ کے گردونواح کو محفوظ بنایا۔ قبیلہ جہینہ، بنو ضمرہ اور بنو مدلج کے ساتھ معاہدے نے دشمن کی رسائی محدود کر دی اور قریش کے تجارتی راستوں پر دباؤ ڈالا۔ اس طرح فوجی تنظیم محض میدانِ جنگ تک محدود نہ رہی بلکہ سیاسی و معاشی تدابیر کے ذریعے دشمن کی قوت کو منتشر کرنے کا ذریعہ بنی۔[21] اور غزوۂ تبوک میں

فوجی تنظیم اپنی معراج پر دکھائی دیتی ہے۔ تیس ہزار کے لشکر کی ترتیب، رازداری کے ساتھ پیش قدمی، اور سرحدی علاقوں تک لشکر کی رسائی اس بات کا عملی ثبوت ہے کہ نبی ﷺ نے فوجی تنظیم کو بین الاقوامی سطح پر وسعت دی۔ یہاں واضح لائن آف کمانڈ، صف بندی، اور دشمن کے حلیف قبائل کو کمزور کرنے کی حکمتِ عملی اپنائی گئی۔[22]

یوں دیکھا جائے تو فوجی تنظیم اور صف بندی نبی اکرم ﷺ کی عسکری حکمتِ عملی کا ایسا ستون ہے جس میں جغرافیائی بصیرت، قبائل سے معاہدات، وسائل کا استعمال، اور نظم و ضبط سب شامل ہیں۔ یہی اصول آج کے دور کے فوجی کمانڈ اسٹرکچر اور "کمانڈ اینڈ کنٹرول" نظام سے مماثلت رکھتے ہیں، اور جدید عسکری سائنس میں بھی بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔

قیادت اور نظم و ضبط کے اصول

نبوی قیادت میں نظم و ضبط محض عسکری ڈھانچے کی پابندی نہیں تھا بلکہ یہ اخلاقی طاقت اور عملی مثال کا مرکب تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ اپنے کمانڈروں کو واضح ہدایات دیں اور ہر فرد کو اس کی ذمہ داری سمجھائی۔ اس شفافیت نے فوجی نظم کو مضبوط کیا اور اس بات کو یقینی بنایا کہ ہر سپاہی اپنی جگہ پر اعتماد کے ساتھ کھڑا رہے۔ غزوۂ بدر میں آپ ﷺ نے صفوں کو سیدھا کروایا اور فرمایا: "سیدھی صفیں رکھو کہ تمہارا اتفاق قلبی بھی سیدھا ہو جائے"۔[23] یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ نظم و ضبط محض عسکری نہیں بلکہ روحانی اور اخلاقی ہم آہنگی کا بھی ذریعہ تھا۔

نبی ﷺ کی قیادت کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپ محض احکامات دینے والے لیڈر نہیں تھے، بلکہ خود عملی کام میں شریک ہوتے تھے۔ غزوۂ خندق میں آپ ﷺ نے صحابہ کے ساتھ مل کر خندق کھودی، مٹی اٹھائی اور انہیں حوصلہ دیا۔[24] اس عملی شمولیت نے فوجیوں میں یہ اعتماد پیدا کیا کہ قائد اور سپاہی ایک ساتھ جدوجہد کر رہے ہیں۔ آج کے عسکری علوم میں اسے "leadership by example" کہا جاتا ہے، جو ماتحتوں میں اعتماد، وفاداری اور قربانی کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

نظم و ضبط کا ایک اور پہلو قواعدِ جنگ (Rules of Engagement) اور اخلاقی پابندیوں کا نفاذ تھا۔ نبی ﷺ نے عورتوں، بچوں اور غیر جنگجو افراد کو قتل کرنے سے منع فرمایا، اور زرعی وسائل یا عبادت گاہوں کو نقصان پہنچانے سے روکا۔[25] یہ ہدایات فوجی نظم و ضبط کے اخلاقی پہلو کو ظاہر کرتی ہیں، جس نے مسلمانوں کی عسکری پالیسی کو بین الاقوامی انسانی قوانین سے ہم آہنگ کر دیا۔ یعنی نبوی جنگی اصول انسانی ہمدردی پر مبنی تھے اور فوج کے داخلی نظم کو اخلاقی جواز فراہم کرتے تھے۔

نبوی قیادت میں نظم و ضبط سختی یا جبر سے نافذ نہیں ہوتا تھا بلکہ اعتماد، عدل اور انصاف سے قائم کیا جاتا تھا۔ نبی ﷺ اپنے ساتھیوں کی غلطیوں پر اصلاحی رویہ اپناتے، نہ کہ محض سزا دینے والا نظام۔ غزوۂ احد کے بعد صحابہ کی جلد بازی پر آپ ﷺ نے بدلہ لینے کے بجائے نصیحت کی، جو ایک تربیتی عمل تھا۔[26] یہی طرزِ قیادت فوجی تربیت اور نظم کو پائیدار اور اصلاحی انداز میں قائم کرتا ہے،

اور اسے محض عسکری قانون کی سختی سے مختلف بناتا ہے۔یعنی اسوہ رسول ﷺ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کامیاب قیادت وہی ہے جو واضح احکامات دے، عمل میں شریک ہو، اخلاقی حدود متعین کرے اور غلطیوں پر تربیتی اصلاح کرے۔ یہ اصول آج کی عسکری قیادت اور کمانڈ اسٹرکچر کے لیے بھی قابلِ تقلید ہیں، جہاں فوجی نظم محض ضابطوں پر نہیں بلکہ اعتماد اور اخلاقی جواز پر قائم ہونا چاہیے۔

معاصر فوجی کمانڈ واسٹرکچر سے مطابقت

نبوی تنظیمی اصول اپنی روح میں آج کے جدید کمانڈ اینڈ کنٹرول (C2) نظام سے مماثلت رکھتے ہیں۔ جدید C2 کا مقصد معلومات کو فیصلہ میں ڈھالنا، ذمہ داریوں کی واضح تقسیم کرنا اور تیز رفتار مگر مؤثر فیصلے لینا ہے۔یہی وہ افعال ہیں جو سیرتِ نبوی ﷺ میں بدر، احد اور خندق جیسے مواقع پر واضح دکھائی دیتے ہیں، جہاں صف بندی، قیادت کی مثالیت اور رول ڈیفینیشن نے مسلمانوں کو قلیل وسائل کے باوجود برتری عطا کی۔ فرق صرف یہ ہے کہ آج کے C2 میں ٹیکنالوجی اور ادارہ جاتی پیچیدگی شامل ہوگئی ہے، لیکن بنیادی اصول یکساں ہیں۔جدید جنگی ڈھانچوں میں بھی modular forces ، clear command hierarchies اور rules of engagement کو لازمی سمجھا جاتا ہے۔یہی عناصر نبوی تنظیمی ماڈل میں عملی طور پر موجود تھے۔ مثال کے طور پر، احد میں تیر اندازوں کو ایک پہاڑی پر متعین کر کے کمانڈ کی لائن واضح کر دی گئی؛ بدر میں دستوں کو منظم کر کے ذمہ داریاں تقسیم ہوئیں؛ اور خندق میں اجتماعی شرکت کے ذریعے لوجسٹکس اور دفاعی انتظامات کو مربوط کیا گیا۔ آج کے doctrinal مراجع، جیسے Joint Publication 3-0 اور USMC MCDP-6, اسی بات پر زور دیتے ہیں کہ قیادت کی شمولیت، معلوماتی سالمیت اور قانونی / اخلاقی کنٹرول کے بغیر کوئی فوجی نظام کامیاب نہیں ہو سکتا۔[27]

البتہ، چند نمایاں فرق اپنی جگہ پر ہیں۔ عصری فوجی کمانڈ ملٹی لیئرڈ ہے، جس میں inter-agency اور multinational coordination، real-time ISR (intelligence, surveillance, reconnaissance) اور پیچیدہ logistics شامل ہیں۔ یہ پہلو بلاشبہ نبوی دور میں نہ تھے، مگر اس کی جگہ روحانی و اخلاقی قیادت، اجتماعی شمولیت اور واضح ضابطے موجود تھے، جو ہر دور کی عسکری کامیابی کی بنیاد ہیں۔یعنی یوں کہا جا سکتا ہے کہ نبوی اصول ذمہ داری کی تقسیم، قائد کا عملی نمونہ، نظم وضبط اور اخلاقی حدود آج کے فوجی کمانڈ اینڈ کنٹرول سسٹم میں نہ صرف اخلاقی بنیاد فراہم کرتے ہیں بلکہ ان کی بدولت ادارہ جاتی قیادت کو طویل المدت استحکام اور عوامی قبولیت بھی حاصل ہوتی ہے۔ اس امتزاج سے جدید عسکری منصوبہ بندی صرف تکنیکی اعتبار سے نہیں بلکہ اخلاقی و پالیسی سطح پر بھی مؤثر اور پائیدار بن سکتی ہے۔

تیاری کی جہت

جنگی تیاری اور وسائل کی حکمت عملی

جنگی تیاری (war-readiness) کا مطلب صرف ہتھیار جمع کرنا یا فوج کو اکٹھا کرنا نہیں بلکہ یہ ایک مربوط حکمتِ عمل ہے جس میں انٹیلی جنس، لوجسٹکس، انسانی وسائل (تربیت یافتہ دستے)، طبی انتظامات، مواصلات، اور اقتصادی و نفسیاتی تیاری سب شامل ہوتے ہیں۔ مؤثر تیاری کے تین بنیادی عناصر ہیں: (ا) حصولِ معلومات اور رکنِ انٹیلی جنس، (ب) وسائل کا منصفانہ، تیز اور محفوظ تقسیم(supply chain & prepositioning)، اور (ج) تربیت و مشق کے ذریعے قوتِ عمل کو مستقل بنانا۔ تاریخی اور جدید دونوں تناظرات میں یہی عناصر طویل المدت کامیابی کی بنیاد بنے ہیں[28]۔

نبوی سیرت میں یہ حکمتِ عمل واضح طور پر دیکھی جاتی ہے: مہمات سے پہلے جاسوسی (reconnaissance) بھیجنا، راستوں کی صفائی کے لیے چھوٹی جماعتیں مقرر کرنا، اور عوامی وسائل (خوراک، اونٹ، ہتھیار) کا انتظام کرنا—یہ سب تیاری کے عملی پہلو تھے۔ مثلاً غزوۂ تبوک کی تیاری میں نبی ﷺ نے مادی وسائل (قوت و مال)، اطلاعات، اور اہلِ ملک کی استعداد کا جائزہ لیا؛ پورے معاشرے سے اشتراکِ وسائل اور مردوں کی نفیر کا اعلان ایک مربوط وسائل حکمتِ عملی تھی جو ممکنہ بڑی مہم کے تقاضوں کو پورا کرنے میں مددگار ثابت ہوئی۔ اسی طرح بدر میں پانی کے چشموں کی بندش اور پانی اپنے زیرِ اختیار رکھنا ایک واضح لوجسٹک ذہانت تھی جو لڑائی کے نتائج پر اثر انداز ہوئی۔[29]

عصری ماڈل میں جنگی تیاری کے لیے دو اضافی طرزِ عمل عام ہیں جو نبوی طرز سے سیدھی مماثلت رکھتے ہیں(pre-positioning of supplies) محاذ کے نزدیک وسائل کو پہلے سے محفوظ مقام پر رکھنا تاکہ آپریشن کے آغاز کے وقت رسد فوری دستیاب ہو؛ اور(readiness cycles & surge capacity) بوقتِ ضرورت فورس کو تیزی سے بڑھانے اور واپس گھٹانے کی صلاحیت برقرار رکھنا۔ یہ دونوں اصول سیرت میں بھی دیکھنے کو ملتے ہیں: مواقع پر قافلوں کا تعاقب، قلعوں پر محاصرہ کے لیے سپلائی لائنز کا بندوبست، اور قبیلوں سے معاہدات کے ذریعے پیچھے کی سکیورٹی یقینی بنانا۔[30]

سیرت رسول ﷺ کے مطالعہ سے ایک اور جہت بھی نظر آتا ہے کہ تربیت، مشق اور فورس کو فوری طور پر بڑھانے کی صلاحیت تیاری کا ایک اہم حصہ ہے۔ نبی ﷺ کے زمانے میں لوگ چھوٹے چھوٹے دستے بنا کر مشق کرتے، چھان بین کرنے والے گروہ بھیجتے اور پورا معاشرہ ضرورت پڑنے پر سامنے آجاتا تھا۔ تبوک میں جب حکم ہوا تو بہت سے لوگ فوراً تیار ہو کر نکل آئے یہ ایک اچانک قوت (surge) دکھانے کی مثال تھی۔ حُنین کی لڑائی میں جب ابتدا میں انتشار پھیلا تو جلد صفیں درست کر کے جنگ دوبارہ جیت لی گئی، جس سے معلوم ہوا کہ پہلے سے کی گئی تربیت اور پاس رکھے گئے ریزرو لوگ کتنے کارآمد ہوتے ہیں۔ آج یہی کام ہم مشقوں، مشترکہ تربیتی ڈرلز اور موبلائزیشن پلانز کے ذریعے کرتے ہیں تاکہ ضرورت پڑتے ہی فورس جلدی اور منظم طور پر میدان میں اتاری جاسکے۔[31]

غزوۂ خندق میں خندق کھودنے کی مثال

غزوۂ خندق نبوی تیاری اور دفاعی حکمتِ عملی کی کلاسیکی مثال ہے جہاں ایک نئے قسم کا دفاعی اقدام خندق کھودنا اختیار کیا گیا۔ جب متحدہ دشمن کا لشکر مدینہ پر حملہ کے لیے جمع ہوا تو نبی ﷺ نے مشاورت کے بعد سلمان فارسیؓ کی تجویز قبول کی اور شہر کے شمالی حصے میں خندق کھودنے کا حکم دیا۔ یہ اقدام چند اہم جہات میں قابلِ توجہ ہے۔

- جغرافیائی شعور مدینہ کے اردگرد قدرتی رکاوٹیں اور کھجور کے باغات کی نوعیت دیکھ کر نقطۂ دفاع کا انتخاب۔
- عوامی لسانی شمولیت — ہزاروں صحابہ اور اہلِ مدینہ نے بوقتِ امر حصہ لیا، جو لوجسٹکس اور اجتماعی عزم کا ثبوت تھا۔
- نفسیاتی اثر دشمن کے لیے اس نئی تدبیر کا غیر متوقع ہونا اس کے مورال کو توڑ گیا۔
- کم نقصان، زیادہ مؤثر دفاع — خندق نے گھڑسواروں اور بڑے زرہ بردار حملوں کو ناکام بنادیا اور خونریز محاذ آرائی کو کم کیا۔

خندق کا عمل صرف خندق کھودنا ہی نہیں تھا؛ اس کے ساتھ نگرانی پوائنٹس، تیر اندازوں کی تعیناتی، رسد کے مقامات اور رات کے پہرہ کے انتظام بھی مربوط تھے۔ یہ مجموعی منصوبہ بندی ایک ایسی دفاعی لائن تھی جو کم وسائل میں زیادہ حفاظتی قدر پیدا کر گئی بالکل اس طرح جسے جدید دفاعی پلانرز "force multiplier" کہتے ہیں۔ خندق کی تیاری میں وقت بندی (بے خبر دشمن کے آنے سے پہلے مکمل کرنا)، محنت کی تقسیم، اور مقامی عوام کی شرکت نے اس اقدام کو ممکن بنایا۔[32]

خندق کی مثال سے تین بنیادی عملی سبق ملتے ہیں: اول: جب دشمن کی روایتی حکمتِ عمل معلوم ہو تو اس کے مقابلے میں کوئی نیا اور غیر متوقع تدبیر اپنائی جائے تاکہ مخالف کی طاقت بے اثر ہو جائے۔

دوم: دفاع محض فوج کا کام نہیں بلکہ پوری قوم کی شمولیت لازم ہے مقامی آبادی، انتظامیہ اور معلوماتی ذرائع سب مل کر کام کریں تو کم وسائل میں بھی مضبوط دفاع ممکن ہے۔

سوم: چھوٹے مگر ہوشیار اقدامات دشمن کی پیش قدمی کو مہنگا اور دشوار بنادیتے ہیں، یوں بڑے خونریز تصادم سے پہلے ہی جارحیت کا تردد پیدا ہو کر اصل جنگ کو روکا جاسکتا ہے۔

معاصر تناظر میں لوجسٹکس، ٹریننگ اور پیشگی اقدامات

- لوجسٹکس کیا ہیں: لوجسٹکس دراصل وہ سب بندوبست ہے جو فوج یا حفاظت کے اداروں کو حرکت میں رکھنے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ خوراک، پانی، سواری، اسلحہ، طبی سہولیات، مرمت کے اوزار اور بات چیت کے ذرائع۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ جب بھی کسی آپریشن کی ضرورت پڑے فوراً سامان موجود ہو اور دستہ بلا تعطل کام کرسکے۔ سیرت میں اس کی مثالیں واضح ہیں: غزوۂ بدر میں پانی کے چشموں کو کنٹرول کرنا اور دشمن کو پانی تک پہنچنے سے روکنا ایک لوجسٹک ذہانت تھی، غزوۂ خندق میں روزی روٹی، اوزار اور

مزدور ایک منظم انداز میں جمع کیے گئے تاکہ دفاعی کام پوری تیزی سے ہو سکے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحیح رسد اور جگہ بندی جنگ کا نتیجہ بدل دیتی ہے۔[33]

- پیشگی اسٹاک یا سامان کو پہلے سے رکھنا:

کسی محاذ کے نزدیک ضروری سامان پہلے سے رکھ دینا بہت اہم ہے جسے ہم سادہ لفظوں میں کہتے ہیں: "آگے کا اسٹاک"۔ نبوی مشق میں یہ اسی طرح ہوا کہ ضرورت کے وقت اونٹ، روٹی اور ہتھیار فوراً دستیاب تھے کیونکہ پہلے سے انتظام کیا گیا تھا۔ اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ آپریشن کے شروع ہوتے ہی فورس کو رسد مل جاتی ہے اور وقت ضائع نہیں ہوتا۔ جدید مثالوں میں یہ اُس جگہ اسٹاک رکھنا ہے جہاں سے فورس تیزی سے کام پر قابو پا سکے۔[34]

- تربیت اور مشقیں:

تیاری کا دوسرا اہم پہلو مستقل تربیت ہے۔ لوگ صرف ہتھیار رکھنے سے کام نہیں بنتا؛ انہیں مشقیں، عملی سناریو اور مشترکہ تربیت درکار ہوتی ہے۔ سیرتِ نبویؐ میں چھوٹے دستے بھیجے جانا، راستوں کی صفائی کے لیے گروہ بنانا، اور قوم کا مشترکہ مشقوں میں حصہ لینا اسی تربیت کی شبیہہ تھی۔ جب تبوک کے لیے نفیر نکالی گئی تو لوگ پہلے سے تربیت یافتہ اور منظم طریقے سے پہنچ گئے؛ حُنین میں شروعاتی انتشار کے بعد دوبارہ ترتیب باقاعدہ تربیت کی بدولت ممکن ہوئی۔[35] اس سے واضح ہوتا ہے کہ تربیت فورس کو ہنگامی حالات میں مستحکم بناتی ہے۔

- (پیشگی اقدامات Redundancy) اور حفاظتی بندوبست:

پیشگی اقدامات میں چند بنیادی چیزیں شامل ہوتی ہیں: متبادل راستے اور بات چیت کے ذریعے بندوبست؛ زخمیوں کی فوری طبی منتقلی کا نظام؛ مواصلاتی ذرائع کے بیک اپ؛ اور ریزرو دستوں کا ہونا۔ نبوی دور میں راہداریوں کا کنٹرول، قافلوں کا تعاقب، اور مقامی قبائل سے معاہدات ایسے پیشگی بندوبست تھے جو خطرے کے وقت فورس کو سہارا دیتے تھے۔ موجودہ زمانے میں یہی بات کسی علاقے میں طبی ٹیموں، نقل و حمل کے متبادل انتظام، اور بیک اپ کمیونیکیشن چینلز رکھ کر کی جاتی ہے۔[36]

یہی بنیادی اقدام سیرتِ نبویؐ کی مثالوں (بدر: پانی و مقام، خندق: اجتماعی محنت و رسد، تبوک: وسیع نفیر و اشتراکِ وسائل) کے ساتھ سیدھے طور پر میل کھاتے ہیں اور عصری انداز میں نافذ کیے جا سکتے ہیں۔

سیرتِ نبوی ﷺ کی عسکری حکمتِ عمل کو تین بنیادی ستون مشاورت، تنظیم، تیاری کے تناظر میں دیکھا جائے تو ایک مربوط، عملی اور اخلاقی فریم ورک سامنے آتا ہے جو تاریخی مثالوں کے ساتھ عصری پالیسی سازی کے لیے بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ مشاورت نے فیصلہ سازی کو شمولیتی، معلوماتی اور قبولیت یافتہ بنایا؛ احد، خندق اور دیگر واقعات میں صحابہؓ کی آراء شامل کرنا، مجاز افراد کی

رائے کو ملحوظ رکھ کر حتمی فیصلہ کرنا اور بعد از معرکہ اصلاحات نافذ کرنا اس بات کا ثبوت ہیں کہ اجتماعی عقل اور درست معلومات پر مبنی فیصلے زیادہ پائیدار اور قابلِ عمل ہوتے ہیں۔ تنظیم سے مراد قیادت کی واضح تقسیم، صف بندی کی حکمتِ عملی اور نظم وضبط ہے؛ بدر میں مقام کا ہوشیار انتخاب، احد میں مورچوں کی تعیناتی اور خندق میں کاموں کی تقسیم یہ دکھاتی ہے کہ منظم ڈھانچہ کم وسائل میں بھی مؤثر قوت پیدا کر دیتا ہے۔ تیاری محض ہتھیار رکھنے تک محدود نہیں بلکہ انٹیلی جنس پر مبنی منصوبہ بندی، رسد کا پیشگی بندوبست، تربیت اور فورس کو وقتی طور پر بڑھانے کی صلاحیت شامل ہیں؛ تبوک کی نفیر، خندق کی تیاری اور بدر کے لوجسٹک انتظامات اسی نقطۂ فکر کی عکاسی کرتے ہیں۔ ان تینوں اصولوں کا مجموعی سبق واضح ہے: دفاع اس وقت مؤثر ہوتا ہے جب فیصلے مشاورت پر مبنی ہوں، نفاذ منظم ہو اور پیشگی تیاری مستقل رہنمائی فراہم کرے اس کے ساتھ اخلاقی حدود اور عوامی شمولیت دفاع کو طویل المعیاد مشروعیت اور استحکام عطا کرتی ہیں۔ عصری دور میں جب ریاستیں جغرافیائی، تکنیکی اور سیاسی چیلنجوں کا سامنا کر رہی ہیں تو نبوی اسوہ ایک قابلِ عمل ماڈل پیش کرتی ہے: شمولیتی فیصلہ سازیinter-agencyمشاورت، واضح کمانڈ و کنٹرول (تنظیم)، اور لوجسٹکس و تربیت پر مبنی تیاریreadiness، اسی بنیاد پر سفارش کی جاسکتی ہے کہ معاصر دفاعی پالیسیوں میں مستقل مشاورتی فورمز، علاقائی اسٹاجنگ ہبز میں پیشگی رسد، اور سول و فوجی مشترکہ مشقیں شامل کی جائیں تاکہ دفاع صرف طاقت نہ رہے بلکہ اخلاق، شفافیت اور اجتماعی قوت کی علامت بن جائے۔

عصرِ حاضر میں نبوی عسکری حکمت عملی کی معنویت:

سیرتِ نبوی ﷺ کی عسکری حکمتِ عمل آج بھی معنی خیز رہنمائی پیش کرتی ہے کیونکہ اسکا محور دفاعی حکمت، مشاورت، نظم وضبط اور پیشگی تیاری ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے کبھی طاقت کو توسیع یا جارحیت کے آلے کے طور پر استعمال کرنے کو اولین قرار نہیں دیا بلکہ ظلم کے خلاف، وطن و امت کے تحفظ کیلیے قوت کو منظم رکھنے پر زور دیا۔ اسی سوچ نے مسلمانوں کو کم وسائل میں بھی میدانِ جنگ میں برتری دلائی مثال کے طور پر بدر، احد اور خندق میں مقام، صف بندی، اور مشاورت کے ذریعے عملی حکمتِ عمل اختیار کی گئی۔ تاریخی متن اس واضح تصویر کی گواہی دیتا ہے کہ دفاعی قوت کی اصل قیمت اسکے نظم، اخلاق اور سماجی شمولیت میں ہے، نہ کہ محض ہتھیاروں کی تعداد میں[37] موجودہ عالمی منظرنامے میں طاقت کا توازن تیزی سے بدل رہا ہے: علاقائی کھلاڑی اپنی پالیسیوں سے اثر رسوخ بڑھا رہے ہیں، جدید ٹیکنالوجی مثلاً ڈرون نظام اور سائبر صلاحیتیں جنگی میدان بدل رہی ہیں، اور بعض علاقوں میں غیر ریاستی مسلح ڈھانچے دوبارہ قوت حاصل کر رہے ہیں۔ ان تبدیلیوں کے نتیجے میں مسلم ممالک کو اندرونی انتشار، فرقہ وارانہ کشیدگی، معیشتی کمزوری اور بیرونی دباؤ کا سامنا ہے؛ یہی وجوہات اس بات کی دلیل ہیں کہ دفاعی حکمتِ عملی محض عسکری طاقت نہیں بلکہ مضبوط ادارہ، مربوط انٹیلی جنس، اور علاقائی و عالمی سفارتکاری کا مجموعہ ہونی چاہیے۔ جدید دفاعی لوجسٹکس اور پلاننگ بھی یہی کہتی ہے

کہ رسد، تیاری اور مشترکہ فورمز پر مبنی فیصلہ سازی آپریشنل کامیابی کے لازم عناصر ہیں[38]

موجودہ طاقت کا توازن اور مسلم دنیا کے چیلنجز:

دنیا میں طاقت کا توازن اب صرف فوجی ہتھیاروں سے نہیں بلکہ ٹیکنالوجی، معیشت، سفارتکاری اور میڈیا وارفیئر سے بھی جڑا ہوا ہے۔ بڑی طاقتیں اپنی برتری قائم رکھنے کے لیے سائبر حملوں، ڈرون ٹیکنالوجی، مصنوعی ذہانت(AI) ، اور جدید میزائل سسٹمز کو بروئے کار لا رہی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ عالمی اداروں، معاہدوں اور معاشی دباؤ کے ذریعے کمزور ممالک کو اپنی پالیسیوں پر عمل کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔ مسلم دنیا اس دوڑ میں پیچھے ہے، کیونکہ زیادہ تر اسلامی ممالک نہ تو تحقیق و ٹیکنالوجی میں سرمایہ کاری کرتے ہیں اور نہ ہی اجتماعی پالیسی اپناتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عسکری اور سیاسی دونوں میدانوں میں وہ انحصار کی حالت میں ہیں ۔[39]

مسلم دنیا کو کئی بڑے اندرونی چیلنجز بھی درپیش ہیں:

- سیاسی عدم استحکام: بہت سے اسلامی ممالک میں حکومتیں بار بار بدلتی ہیں، یا فوجی اور سول کشمکش جاری رہتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دفاعی اور خارجہ پالیسی کے مستقل اہداف طے نہیں ہو پاتے۔
- فرقہ واریت اور داخلی انتشار: مشرقِ وسطیٰ اور جنوبی ایشیا میں فرقہ وارانہ کشیدگی نے امت کو تقسیم کر رکھا ہے۔ یہی تقسیم بیرونی قوتوں کو مداخلت کا موقع دیتی ہے۔
- معاشی بحران: افراطِ زر، بے روزگاری اور قرضوں کے بوجھ نے کئی مسلم ممالک کو دفاعی ترقی سے روک رکھا ہے۔ مثال کے طور پر پاکستان اور مصر جیسے ممالک قرضوں کے دباؤ کے باعث دفاعی خود کفالت میں مشکلات کا شکار ہیں۔
- دہشت گردی اور غیر ریاستی گروہ: داعش، بوکو حرام، الشباب جیسے گروہ مسلم معاشروں میں انتشار پیدا کرتے ہیں اور عالمی سطح پر مسلم امیج کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ یہ گروہ ریاستی ڈھانچے کو کمزور کرتے ہیں اور دشمن طاقتوں کو عسکری مداخلت کا جواز فراہم کرتے ہیں۔
- بیرونی دباؤ اور پراکسی جنگیں: کئی مسلم ممالک بڑی طاقتوں کی پراکسی وارز کا میدان بنے ہوئے ہیں، جیسے شام، یمن اور لیبیا۔ اس صورتحال میں داخلی خودمختاری بری طرح متاثر ہوتی ہے ۔[40]

ان حالات میں سیرتِ نبوی ﷺ کی عسکری حکمت عملی کی معنویت مزید نمایاں ہو جاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے یہ اصول دیا کہ طاقت کو جارحیت کے بجائے دفاع، عدل اور ظلم کے خاتمے کے لیے استعمال کیا جائے۔ بدر اور خندق جیسے واقعات یہ سبق دیتے ہیں کہ اتحاد، مشاورت، اور مکمل تیاری کے بغیر کوئی قوم بیرونی دباؤ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ آج مسلم دنیا اگر اپنے وسائل کو یکجا کرے، مشترکہ دفاعی پالیسی (مثلاً مشترکہ مسلم فوجی اتحاد) تشکیل دے، سائنسی و دفاعی ٹیکنالوجی میں سرمایہ کاری کرے اور

سفارتی سطح پر ایک آواز اختیار کرے تو وہ عالمی طاقتوں کے مقابلے میں زیادہ مؤثر بن سکتی ہے۔ بصورت دیگر داخلی کمزوری اور انتشار انہیں مزید دباؤ کا شکار رکھے گا۔

مشاورت، تنظیم اور تیاری کے اصولوں کی موجودہ تطبیق:

مشاورت (شوریٰ) اسلامی سیاسی اور عسکری نظم کی روح ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے: وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ[41]، یعنی مسلمانوں کے معاملات آپس کی مشاورت سے طے ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے بڑے فیصلے، چاہے وہ عسکری ہوں یا سیاسی، ہمیشہ صحابہ کرامؓ سے مشاورت کے بعد کیے۔ غزوۂ احد اور خندق اس کی نمایاں مثالیں ہیں، جہاں مختلف آراء سنی گئیں اور اجتماعی بصیرت کو بروئے کار لا کر فیصلے کیے گئے۔ آج کی دنیا میں مشاورت کا اصول اس شکل میں سامنے آتا ہے کہ عسکری اور قومی سلامتی سے متعلق پالیسیوں میں فوج، خفیہ ادارے، سفارت کار اور سیاسی قیادت سب شامل ہوں۔ جدید فیصلہ سازی میں inter-agency coordination وہی عملی مظہر ہے جو نبوی شوریٰ کی تعلیم سے نکلتا ہے۔ جب فیصلے اجتماعی ہوتے ہیں تو ان میں استحکام، اعتماد اور مقبولیت پیدا ہوتی ہے۔[42]

تنظیم کا دوسرا اصول فوجی نظم و ضبط اور کمانڈ اسٹرکچر سے جڑا ہوا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے غزوات کے دوران فوج کو صفوں میں ترتیب دیا، ذمہ داریاں تفویض کیں اور واضح ہدایات جاری کیں۔ غزوۂ بدر میں صف بندی، احد میں تیر اندازوں کی ڈیوٹی اور خندق میں مزدوری کے اصول اس تنظیمی حکمت عملی کی روشن مثالیں ہیں۔ آج کی جنگوں میں بھی یہی اصول مرکزی حیثیت رکھتے ہیں: فوجی ڈھانچے میں ذمہ داریوں کی وضاحت، واضح چین آف کمانڈ، اور نظم و ضبط کا تسلسل۔ جدید عسکری نظریہ Command and Control (C2) اسی اصول پر قائم ہے کہ فیصلہ بروقت ہو اور ہر سطح پر ذمہ داری واضح ہو۔ اس لیے نبوی تنظیمی اصول آج بھی مسلم دنیا کے لیے ایک رہنما ہیں کہ وہ اپنے فوجی اداروں کو صرف طاقت کے زور پر نہیں بلکہ نظم و ضبط، اخلاقی ذمہ داری اور شفاف قیادت کے اصولوں پر قائم کریں۔[43]

تیسرا اصول تیاری ہے، جس کا تعلق صرف ہتھیاروں کے حصول سے نہیں بلکہ انٹیلی جنس، لوجسٹکس، ٹریننگ اور عوامی شمولیت کے ساتھ ہے۔ غزوۂ خندق میں خندق کھودنے کا فیصلہ ایک غیر روایتی مگر مؤثر تیاری تھی جس نے دشمن کی طاقت کو توڑ دیا۔ غزوۂ تبوک میں پورے معاشرے کو شمولیت کے لیے تیار کرنا اس اجتماعی تیاری کی اعلیٰ مثال ہے۔ آج کے دور میں تیاری کا مطلب ہے بروقت انٹیلی جنس، سپلائی چین مینجمنٹ، تربیتی مشقیں، اور سائبر و ٹیکنالوجی میں مہارت۔ جدید جنگ میں pre-positioned supplies، joint exercises اور عوامی بیداری کے پروگرام وہی اصول ہیں جو نبوی حکمت عملی کی موجودہ تعبیر ہیں۔ مسلم دنیا اگر ان پہلوؤں پر مشترکہ منصوبہ بندی کرے، وسائل کو منصفانہ استعمال کرے اور عوامی سطح پر اتحاد پیدا کرے تو وہ موجودہ چیلنجز کا

بہتر انداز میں مقابلہ کر سکتی ہے۔[44]

تجزیہ ومباحثہ(Discussion & Analysis) :

نبی کریم ﷺ کی عسکری حکمت عملی میں دفاع اور جارحیت کے درمیان ایک واضح توازن پایا جاتا ہے۔ نبوی ماڈل میں یہ اصول نمایاں ہے کہ کسی بھی قوم یا ریاست کے لیے سب سے پہلے اپنی سرحدوں، عوام اور قومی سلامتی کی حفاظت بنیادی ترجیح ہونی چاہیے، جبکہ جارحانہ اقدامات صرف ضرورت اور جائز وجوہات کی صورت میں اختیار کیے جائیں۔ غزوات اور سیرت کی مثالیں اس بات کی وضاحت کرتی ہیں۔ مثلاً غزوہ بدر میں مؤمنین کی تعداد محدود تھی، لیکن نبوی ﷺ نے دشمن کی طاقت، زمین کی صورتحال، اور وسائل کا مکمل جائزہ لینے کے بعد صحیح حکمت عملی اپنائی۔ اس کے برعکس غزوہ احد میں دشمن کی عارضی برتری کے باوجود نبی ﷺ نے دفاعی پوزیشن کو مضبوط رکھا اور نقصان کو کم کرنے کے لیے منصوبہ بندی کی۔

نبوی ماڈل میں سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ طاقت اور فوجی قوت کو صرف جارحانہ مقاصد کے لیے استعمال نہیں کیا گیا بلکہ اسے دشمن کی ممکنہ جارحیت کو روکنے اور اپنی کمیونٹی کے تحفظ کے لیے بروئے کار لایا گیا۔ اس ماڈل میں جارحیت کی روک تھام، تدابیر، اور پیشگی منصوبہ بندی دفاعی حکمت عملی کا لازمی جزو بن گئی، جو نہ صرف فوجی کامیابی بلکہ اخلاقی اور انسانی اقدار کے تحفظ کی بھی ضمانت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہر غزوہ اور محاذ پر انسانی جانوں کے نقصان کو کم سے کم کرنے اور غیر جنگجو افراد کو نقصان نہ پہنچانے پر زور دیا۔

نبوی اصولوں کی عملی تطبیق آج کے دور میں بھی ممکن اور ضروری ہے، بشرطیکہ قیادت اور انتظامی نظام میں مشاورت، تنظیم، اور تیاری کے ستون مضبوط ہوں۔ مشاورت کا مقصد یہ ہے کہ حساس فیصلے صرف ایک فرد پر منحصر نہ ہوں بلکہ ماہرین اور اداروں کی رائے شامل ہو۔ آج کے دور میں یہ principle intelligence agencies ، فوجی کمانڈرز، اور سیاسی قیادت کے درمیان مشترکہ فیصلے کرنے میں دہرایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح تنظیم اور ذمہ داری کی تقسیم ہر فرد کی قابلیت کے مطابق ہونی چاہیے تاکہ محدود وسائل کے باوجود زیادہ مؤثر نتائج حاصل ہوں۔ تیاری: جس میں وسائل کی فراہمی، تربیت، اور دشمن کی ممکنہ حکمت عملی کا تجزیہ شامل ہے، آج کے فوجی اور انتظامی نظام میں intelligence gathering ، risk assessment، اور logistical planning کے ذریعے عملی شکل اختیار کرتی ہے۔ نبوی ماڈل ہمیں یہ بھی سکھاتا ہے کہ پیشگی منصوبہ بندی اور منظم اقدامات صرف فوجی کامیابی نہیں دیتے بلکہ کسی بھی اقدام کی اخلاقی اور قانونی حیثیت کو بھی یقینی بناتے ہیں۔ مثال کے طور پر غزوہ خندق میں مدینہ کی حفاظت کے لیے خندق کھودنے کی منصوبہ بندی اور شہر کے مختلف حصوں میں دفاعی تیاری نبوی حکمت عملی کا عملی مظاہرہ تھی، جس سے دشمن کی جارحیت ناکام ہوئی اور مؤمنین کی حفاظت یقینی بنی۔

موجودہ مسلم دنیا میں ان اصولوں کے نفاذ میں متعدد رکاوٹیں حائل ہیں۔ سب سے بڑی رکاوٹ قیادت اور اداروں میں فیصلہ سازی کے عمل میں شفافیت اور شمولیت کی کمی ہے۔ مشاورت کے بغیر کیے جانے والے فیصلے اکثر وسائل کے ضیاع، داخلی کشیدگی، اور مجموعی کارکردگی میں کمی کا سبب بنتے ہیں۔ تنظیم کی ناکافی صورتحال کی وجہ سے فوجی اور انتظامی ادارے غیر مؤثر اور بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں، جس سے داخلی اور خارجی خطرات بڑھ جاتے ہیں۔ مزید برآں، تیاری اور پیشگی منصوبہ بندی کی کمی بحران کے دوران ردعمل کی تاخیر اور نقصان کی شدت میں اضافہ کرتی ہے۔ سیاسی اختلافات، داخلی خلفشار، اور وسائل کی غیر مناسب تقسیم اس امر کو مزید پیچیدہ بناتی ہیں کہ نبوی اصولوں کو مؤثر طور پر نافذ کیا جاسکے۔ مثال کے طور پر بعض مسلم ممالک میں داخلی سیاسی کشیدگی اور فوجی قیادت میں ہم آہنگی کی کمی کے سبب ملکی دفاع اور سکیورٹی کے اقدامات کمزور پڑ جاتے ہیں، جبکہ وسائل کی غیر مساوی تقسیم بھی تیاری اور تنظیم کے عمل میں خلل ڈالتی ہے۔ اگر موجودہ مسلم قیادت اور ادارے نبوی اصولوں پر عمل کریں تو نہ صرف دفاع اور جارحیت کے درمیان توازن قائم کیا جاسکتا ہے بلکہ مجموعی طور پر سماجی اور قومی سلامتی بھی مضبوط ہو سکتی ہے۔ نبوی ماڈل میں اخلاقیات اور انسانی اقدار کو اہمیت دی گئی ہے، جو آج کے دور میں امن قائم رکھنے، عوام کے اعتماد کو مستحکم کرنے، اور جارحیت کی روک تھام میں کلیدی کردار ادا کر سکتی ہیں۔

غرض یہ کہ نبوی حکمت عملی صرف ایک فوجی یا عسکری ماڈل نہیں بلکہ ایک جامع نظامِ فکر اور عمل ہے جو دفاعی، انتظامی، اور اخلاقی تمام پہلوؤں کو یکجا کرتی ہے۔ دفاع اور جارحیت کے توازن کے اصول، پیشگی تیاری، اور منظم تنظیم کے اسالیب، اگر درست طور پر اپنائے جائیں تو موجودہ مسلم دنیا میں داخلی و خارجی خطرات کا مؤثر حل فراہم کر سکتے ہیں۔ ان اصولوں کے نفاذ میں سب سے زیادہ کامیابی قیادت کی بصیرت، اداروں کی فعالیت، اور عوام کی حمایت پر منحصر ہے، جو کہ نبی اکرم ﷺ کی حکمت عملی کی بنیادی روح کی عکاسی کرتا ہے۔

نتائج (Findings):

- **دفاع بمقابلہ جارحیت کا توازن:**

نبوی ﷺ کی عسکری حکمت عملی میں دفاع اور جارحیت کے درمیان واضح توازن پایا گیا۔ ان کے ماڈل میں فوجی قوت صرف جارحیت روکنے اور کمیونٹی کی حفاظت کے لیے استعمال ہوتی تھی، نہ کہ بلاوجہ حملہ کرنے کیلئے۔ غزوات بدر اور احد کی مثالیں اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ صحیح حکمت عملی اور فیصلہ سازی مؤمنین کی حفاظت اور دشمن کی شکست میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔

- **مشاورت کی اہمیت:**

نبوی ﷺ کے فیصلے ہمیشہ مشاورت پر مبنی تھے، جس میں علماء، فوجی حکام، اور اہلِ حل وعقد شامل ہوتے تھے۔ موجودہ دور

میں بھی مشاورت کے اصول پر عمل کرنا اداروں کے مؤثر اور شفاف فیصلے کے لیے ضروری ہے۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اجتماعی رائے کی بنیاد پر کیے گئے فیصلے زیادہ مضبوط، مؤثر اور قابل قبول ہوتے ہیں۔

- **تنظیم اور ذمہ داری کی تقسیم:**

نبوی اصولوں میں ہر فرد کی قابلیت اور مقام کے مطابق ذمہ داری تقسیم کرنا بنیادی جزو تھا۔ غزوات اور مدینہ میں دفاعی تیاری کے دوران یہ واضح ہوا کہ تنظیم اور منصوبہ بندی کامیابی کے لیے لازمی ہے۔ موجودہ مسلم دنیا میں ادارہ جاتی کمزوری اور تنظیم کی کمی دفاع اور داخلی سلامتی کے نظام کو متاثر کرتی ہے۔

- **تیاری اور پیشگی منصوبہ بندی کی ضرورت:**

نبوی ﷺ نے ہر غزوہ سے قبل دشمن کی طاقت، وسائل، اور ممکنہ حربی حکمت عملی کا جائزہ لیا۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ پیشگی منصوبہ بندی اور وسائل کی تیاری کسی بھی دفاعی یا عسکری کارروائی کی کامیابی کے لیے لازمی ہے۔ آج بھی intelligence gathering اور logistical planning کی اہمیت اس اصول کی عملی تطبیق ہے۔

- **اخلاقی اور انسانی اقدار کی حفاظت:**

نبوی حکمت عملی میں انسانی جانوں کے تحفظ، غیر جنگجو افراد کو نقصان نہ پہنچانے اور اخلاقی حدود کا خیال رکھنا مرکزی عنصر تھا۔ یہ اصول آج کے دور میں بھی جنگی، سیاسی، اور انتظامی حکمت عملی میں اہم رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

- **موجودہ مسلم دنیا میں نفاذ کی رکاوٹیں:**

موجودہ دور میں ان اصولوں کے نفاذ میں سب سے بڑی رکاوٹ قیادت کی غیر شفافیت، اداروں میں ہم آہنگی کی کمی، وسائل کی غیر مساوی تقسیم، اور سیاسی اختلافات ہیں۔ یہ مسائل دفاع، داخلی سلامتی، اور قومی یکجہتی پر منفی اثر ڈال رہے ہیں۔

- **نبوی اصولوں کی عصری تطبیق کے امکانات:**

اگر موجودہ مسلم دنیا میں مشاورت، تنظیم، اور تیاری کے اصولوں کو درست طور پر اپنایا جائے تو نہ صرف دفاع اور جارحیت کے توازن کو برقرار رکھا جا سکتا ہے بلکہ قومی سلامتی اور داخلی استحکام بھی مضبوط ہو سکتا ہے۔ یہ اصول عوامی اعتماد، قیادت کی بصیرت، اور اداروں کی فعالیت پر مبنی کامیابی کی ضمانت فراہم کرتے ہیں۔

مجموعی نتیجہ:

نبی اکرم ﷺ کی عسکری حکمتِ عملی ایک جامع نظام ہے جو دفاعی، انتظامی اور اخلاقی پہلوؤں کو باہم جوڑتی ہے، یعنی یہ محض جنگی فن نہیں بلکہ ایک مکمل پالیسی فریم ورک ہے۔ یہ نظام تاریخی طور پر نہایت مؤثر ثابت ہوا ہے جہاں محدود وسائل کے باوجود

حکمتِ عملی، مشاورت اور منظم تیاری نے کامیابی دلائی۔ عصرِ حاضر میں بھی یہ اصول قابلِ اطلاق ہیں بشرطیکہ قیادت بصیرت، ادارے مستحکم اور عوامی شمولیت موجود ہو۔ اگر یہ بنیادی ستون (مشاورت، تنظیم، تیاری) نصابِ پالیسی میں شامل کیے جائیں تو دفاعی فیصلے زیادہ موثر، قانونی و اخلاقی طور پر مضبوط اور سماجی قبولیت کے حامل بن سکتے ہیں۔ لہٰذا نبوی ماڈل نہ صرف ماضی کی کامیابی کا عکاس ہے بلکہ موجودہ مسلم معاشروں کو پائیدار امنیت اور منظم دفاعی حکمت عملی فراہم کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔

سفارشات(Recommendations) :

- قومی سطح پر ایک مستقل دفاعی مشاورتی کونسل قائم کی جائے جس میں فوج، وزارتِ خارجہ، انٹیلی جنس، ماہرینِ شریعہ اور سول نمائندے شامل ہوں تاکہ بڑی دفاعی پالیسیز اور ROE مشترکہ طور پر طے ہوں۔
- قواعدِ مصروفیت (ROE) میں شہری حفاظت، تناسب (proportionality) اور قیدیوں کے حقوق کی واضح شقیں شامل کر کے انہیں قانونی حیثیت دی جائے۔
- ادارہ جاتی حدوں کو عبور کرتے ہوئے محفوظ اور تیز انٹیلیجنس-شیئرنگ پروٹوکول اور پلیٹ فارمز بنائے جائیں تاکہ بروقت معلومات پر مبنی فیصلے ممکن ہوں۔
- فوجی اکیڈمیز اور تربیتی اداروں میں عسکری اخلاقیات، بین الاقوامی انسانی قانون اور سیرتِ نبوی کے عملی اسباق شامل کیے جائیں۔
- علاقائی (Muslim) ملکوں کے درمیان سالانہ مشترکہ مشقیں اور interoperability کے معیارات وضع کیے جائیں تاکہ مشترکہ آپریشن کی صلاحیت بڑھے۔
- ڈرون، AI اور خودکار نظاموں کے استعمال میں انسانی منظوری (human-in-loop) لازمی کی جائے اور واضح accountability میکانزم برقرار رکھے جائیں۔
- علاقائی سطح پر پیشگی رسد (pre-positioning) ہبز اور ریزرو اسٹاک قائم کیے جائیں تاکہ ہنگامی حالات میں فوری امداد اور سپلائی ممکن ہو۔
- سول اور فوجی اداروں کے مابین واضح CMC فریم ورک بنایا جائے تاکہ انسانی امداد، پناہ گزینوں کی حفاظت اور انفراسٹرکچر کے تحفظ میں ہم آہنگی ہو۔
- ہر آپریشن کے بعد بعد از عمل جائزہ (after-action review) کیا جائے، اس کے نتائج کو lessons-learned کے طور پر محفوظ کیا جائے اور عوامی خلاصہ شائع کیا جائے۔

- دفاعی پالیسیاں پارلیمانی کمیٹیوں اور پبلک بریفنگز کے ذریعے شفاف بنائی جائیں تاکہ عوامی اعتماد اور قانونی جواز مضبوط ہو۔
- سائبر دفاع کے ضوابط اور بنیادی انفراسٹرکچر کی حفاظت کے لیے قومی حکمتِ عملی تیار کی جائے؛ بیک اپ کمیونیکیشن اور ریڈنڈنسی پروگرام لازمی ہوں۔
- دفاعی تحقیق، مقامی صنعت اور لاجسٹکس میں سرمایہ کاری بڑھائی جائے تاکہ تکنیکی خود مختاری اور تیاری کی صلاحیت پر مبنی پائیدار دفاعی نظام قائم ہو۔

حوالہ جات

---

[1] مالک، عبدل، اور عبید احمد خان۔ 2018۔ "غزوات میں رسولِ مجاہد ﷺ کی جغرافیائی حکمتِ عملی"، دی انٹرنیشنل ریسرچ جرنل، ڈیپارٹمنٹ آف اصول الدین 2، شمارہ 1:63-85

[2] بتول، طاہرہ، اور ذیشان، 2018 "فتح مکہ میں آنحضرت ﷺ کا سیاسی کردار"، البصیرہ 7، شمارہ 1:39-60

[3] مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الجہاد، حدیث 4319

[4] الدولوی، عفاف، 2011، اسلامی قانونِ جنگ: جواز اور ضوابط۔ نیویارک: پالمگریو میکملن

[5] مالک، عبدل، اور عبید احمد خان، 2018، "غزوات میں رسولِ مجاہد ﷺ کی جغرافیائی حکمتِ عملی"۔ دی انٹرنیشنل ریسرچ جرنل، ڈیپارٹمنٹ آف اصول الدین 2، شمارہ 1:63-85

[6] سرٹکایا، سلیمان، 2023، "مدینہ میں کیا بدلا: سیرتِ نبوی ﷺ میں امن اور جنگ کی حیثیت"، ریلیجنز 14، شمارہ 2:193

[7] امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب مشاورت النبی ﷺ لاصحابہ یوم بدر، بیروت: دار ابن کثیر، 1987

[8] امام ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب الفتن، حدیث 2165، بیروت: دار الغرب الاسلامی، 1998

[9] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، بیروت: دار المعرفۃ، 1990، ج3

[10] ایضا

[11] ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ / تفسیر میں متعلقہ اقوال (خیبر، تبوک، حنین کے واقعات)

[12] ایضا

[13] ایضا

[14] Sertkaya, Suleyman. 2023.

[15] Joint Chiefs of Staff. (JP 3-08) 2023/updated. *Interorganizational Coordination During Joint Operations.* U.S. Government / Joint Publication۔

[16] AFDP. 2025. *AFDP 3-0.1: Command and Control.* United States Air Force Doctrine Center.

[17] Joint Chiefs of Staff. (JP 3-08) 2023/updated۔

[18] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ. بیروت: دار المعرفۃ، 1990

[19] الواقدی، محمد بن عمر، کتاب المغازی .بیروت:عالم الکتب

[20] ابن ہشام، بحوالہ بالا

[21] ابن اسحاق، سیرۃ ابن اسحاق . قاہرہ: دار الفکر

[22] الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک .بیروت: دار التراث

[23] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ .بیروت: دار المعرفۃ

[24] ابن ابن کثیر، البدایہ والنہایہ. بیروت: دار الفکر

[25] صحیح مسلم. کتاب الجہاد، حدیث1731

ابو داؤد، کتاب الجہاد، حدیث2614

[26] الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، بیروت: دار التراث

[27] Joint Chiefs of Staff. (2017). Joint Operations (JP 3-0). Washington, DC.
United States Marine Corps. (2020). Command and Control (MCDP-6). Quantico, VA.

[28] Joint Chiefs of Staff. JP 4-0: Joint Logistics (latest ed.).

[29] ابن ہشام السیرۃ النبویۃ .بیروت: دار المعرفۃ

[30] Hayward, Joel. 2022. The Warrior Prophet: Muhammad and War. Swansea: Claritas Books.

[31] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنھایۃ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1985ء، باب غزوۃ الخندق، ج4، ص93–110

[32] ایضا

[33] Joint Chiefs of Staff -*JP 4-0: Joint Logistics*

[34] - ہیوورڈ، جول The Warrior Prophet: Muhammad and War. Swansea: Claritas Books-2022

[35] ابن ہشام، محمد، السیرۃ النبویۃ، بیروت: دار المعرف

[36] -ہیوورڈ، جول The Warrior Prophet: Muhammad and War. Swansea: Claritas Books۔2022 ،

[37] بحوالہ بالا، ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایہ والنہایہ باب غزوۃ الخندق، ج4، ص93–110

[38] Atlantic Council - 21 "The Middle East's shifting balance of power favors Turkey and Israel." دسمبر 2024

[39] Hayward, Joel. The Warrior Prophet: Muhammad and War. Swansea: Claritas Books, 2022.

[40] Al-Dawoody, Ahmed. The Islamic Law of War: Justifications and Regulations. New York: Palgrave Macmillan, 2011.

[41] الشوریٰ:38

[42] غازی، محمود احمد، محاضراتِ سیرت، اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، 2003ء

[43] ایضا

[44] ایضا